بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے دارالعلوم دیوبند کے ایک دیرینہ استاذ مولانا سید اختر حسین صاحب کا اکیاسی برس کی عمر میں گذشتہ ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو نماز فجر کے بعد انتقال ہوگیا! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادہ تھے، صورۃً وسیرۃً الولد سر لابیہ کے مصداق تھے، نہایت خاموش، بیحد متورع اور متقی، اوراد و وظائف کے پابند تھے، حضرت میاں صاحب کی طرح اون پر عالم جذب طاری رہتا تھا۔ کم وبیش پچپن برس دارالعلوم کی درسی خدمات انجام دیں سالہا سال سے طبقۂ علیا کے مدرس اور ناظم تعلیمات بھی تھے اون کا وجود مدرسہ کے لئے خیر وبرکت کا موجب تھا۔ اون کا اصل نام سید محمد عباس تھا۔ لیکن اپنے عرف سید اختر حسین سے اس درجہ معروف ہوئے کہ کسی کو اون کے اصل نام کا پتہ بھی نہ تھا۔ ۲۳ رجب ۱۳۱۶ھ کو بروز پنجشنبہ بعد عصر پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو صدیقین و شہدا کے مقام جلیل و عظیم سے نوازے۔ آمین۔

باخبر اصحاب کو معلوم ہے کہ شملہ میں سمر ہل پر راشٹرپتی نواس میں گورنمنٹ آف انڈیا کا ایک بین الاقوامی بلند پایہ علمی اور تحقیقی ادارہ " انڈین انسٹیٹیوٹ آف ایڈوانسڈ اسٹڈی کے نام سے بارہ برس سے قائم ہے، جس کا مقصد ہندوستان کی نسبت سے سماجی علوم وفنون پر ریسرچ کرنا۔ کتابیں شائع کرنا، سیمینار منعقد کرنا اور باہر سے ماہرین فن کو بلا کر اون کے لکچروں کا انتظام کرتا ہے، اس کے کاموں کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کا سالانہ

بجٹ چالیس لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے، اس کو سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھاکرشن نے بڑی امنگوں اور ولولوں سے قائم کیا تھا اور خود ہی اوس کا افتتاح کیا تھا۔

گذشتہ ماہ اگست کے اواخر میں، اس انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر پروفیسر بی۔ بی لال نے راقم الحروف کو انسٹیٹیوٹ کی وزیٹنگ پروفیسر شپ کی پیش کش کی اور یہ لکھا کہ اس حیثیت سے مجھکو کسی اپنے پسندیدہ موضوع پر چھ لکچر ماہ نومبر میں دینے ہوں گے، میں نے شکریہ کے ساتھ اس پیش کش کو قبول کر لیا اور موضوع کے متعلق تحریر کیا کہ میں (۱) اسلام میں علم الکلام کا نشو ونما اور اوس کا ارتقا اور (۲) ہندوستان میں تصوف" یہ دو موضوع تجویز کرتا ہوں۔ اب ان میں سے کوئی ایک آپ انتخاب کر لیں۔ انھوں نے دوسرا موضوع زیادہ پسند کیا، میں نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد لکچروں کی تاریخیں بھی متعین ہو گئیں، یعنی ۱۵ سے ۱۹ نومبر تک ایک ایک دن کے فصل سے ایک دن میں دو لکچروں کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس قرارداد کے مطابق میں ۱۴ نومبر کو شملہ پہونچ گیا، سمر ہل کے اسٹیشن پر ٹرین سے اترا انسٹیٹیوٹ کی طرف سے کار آئی تھی، اوس میں بیٹھکر راشٹرپتی نواس پہونچا۔ یہ ہماری نئی دہلی کے راشٹرپتی بھون کی طرح نہایت عظیم الشان، بیحد وسیع اور بہت خوبصورت اور حسین عمارت ہے، جس کو لارڈ ڈفرن نے ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۸ء کے درمیان یعنی کل چار سال کی مدت میں تعمیر کرایا تھا۔ اس زمانہ میں اس کی تعمیر پر جو خرچ ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے برما سے وہاں کی مشہور لکڑی ٹیک جو ہاتھیوں پر لائی گئی تھی اوس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ تھی، گرمی کے موسم میں وائسرائے اسی میں قیام کرتا تھا۔ شملہ میں بھی یہ بہت اونچی جگہ پر واقع ہے۔ چاروں طرف پہاڑوں کی وجہ سے مناظر نہایت حسین پیدا ہو گئے ہیں اور یوں بھی جب سے شملہ ہماچل پردیش کا دارالحکومت بنا ہے وہ بہ نسبت سابق کہیں زیادہ حسین اور پررونق ہو گیا ہے۔ اس عمارت کے کمرہ نمبر ۱۴ میں میرے قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو کافی وسیع اور اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے آراستہ تھا۔

۱۵ر نومبر سے لکچر شروع ہوئے علی الترتیب ان کے عنوانات یہ تھے (۱) تصوف کا تاریخی پس منظر (۲) فقہا اور صوفیا کی کشمکش اور بالآخر مصالحت، (۳) تصوف کے مباحث اور اس کے معاملات و مسائل، (۴) ہندوستان میں تصوف کی آمد اور اس کا عہد بعہد ارتقار، لکچر نمبر ۵ و ۶ میں میں نے قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور شطاریہ کے خاص خاص بزرگوں کا انتخاب کرکے ان کے حالات و سوانح، کارناموں عظیم دینی، اخلاقی اور عام انسانی خدمات اور ہر سلسلہ کی الگ الگ خصوصیات پر روشنی ڈالی تھی - یہ لکچر سہ پہر میں تین سے پانچ بجے تک ہوتے تھے، لکچروں کے بعد مذاکرہ ہوتا تھا جس میں سب شرکا بڑی دلچسپی اور سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، یہاں پھر وہی مجھے احساس ہوا جو اس قسم کے مواقع پر اکثر ہوتا ہے، یعنی افسوس ہے کہ مسلمان عام طور پر نہ اپنی ثقافت سے واقف ہوتے ہیں اور نہ دوسرے مذاہب اور ان کی روایات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ہندو، سکھ اور عیسائی اپنے اپنے مذاہب کے علاوہ اسلام اور اس کی ثقافت و روایات کا بھی مطالعہ کرتے ہیں، چنانچہ ان مجلسوں میں ہندو دوستوں نے حضرت جنید بغدادی، المحاسبی، حضرت رابعہ بصریہ، اور امام غزالی وغیرہ کی نسبت مذاکرہ میں جو کچھ کہا یا پروفیسر لال نے لطائف سبعہ اور تنزلات ستہ سے متعلق جو سوالات کئے اون سے ان حضرات کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا تھا انہیں دنوں میں انسٹیٹیوٹ میں ایک سیمینار "ہندوستان میں سماجی مرتبہ و مقام کے فیصلہ کن عناصر" پر صبح کے اوقات میں ہو رہا تھا۔ جس میں شرکت کے لئے مختلف یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور اساتذہ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے میرے لکچروں میں انسٹیٹیوٹ کے اعضا و ارکان کے علاوہ یہ حضرات اور ہماچل پردیش یونیورسٹی کے بعض اساتذہ بھی شریک ہوتے تھے، اور اس طرح مجمع اچھا خاصہ ہو جاتا تھا۔ خدا کا شکر ہے۔ سب نے لکچروں کی تعریف کی اور ان کو معلومات افزا بتایا، اب یہ لکچر جو

انگریزی میں ہیں انسٹیٹوٹ کی طرف سے کتابی شکل میں شائع ہوں گے۔

اس موقع پر میرا اخلاقی فرض ہے کہ پروفیسر بی۔بی لال اور پروفیسر شمعون لوکھنڈ والا (سینیر پروفیسر) کا دلی شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے وہاں کے قیام کے دنوں میں میری ہر قسم کی راحت و آسائش کا خیال رکھا اور اس سلسلہ میں معمولی بات کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ میں ان دونوں دوستوں کے اخلاق، تواضع اور مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا۔ ڈاکٹر محمد صابر خاں اور دوسرے رفقائے انسٹیٹوٹ کا بھی شکر گذار ہوں کہ اون کی معیت میں وہاں وقت بہت اچھی طرح گذرا۔

فاروق اعظمؓ کے سرکاری خطوط

مولف: ڈاکٹر خورشید احمد فارق۔ ایم۔اے استاذ ادبیات دہلی یونیورسٹی

اس عظیم المرتبت اور ضخیم کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وہ تمام مکتوبات مع اصل ترجمہ پورے اہتمام کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں جو خلیفۂ ثانی نے اپنے بے مثال تاریخی دور میں مختلف گورنروں، حاکموں، افسروں اور قاضیوں کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ ان خطوط اور فرامین سے فاروق اعظمؓ کے طریق کار، انتظامی خصوصیات اور امور مملکت میں حیرت انگیز مہارت کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے مکاتب وفرامین کا یہ بیش بہا مجموعہ اس ترتیب وتفصیل کے ساتھ اب تک کسی زبان میں وجود میں نہیں آیا تھا۔ تحقیق و جامعیت کی شان پیدا کرنے کے لئے مصر وہندوستان کے نادر اور کمیاب قلمی اور مطبوعہ ذخیرہ کتب کو انتہائی دیدہ ریزی سے چھانا گیا ہے۔ خطوط کی مجموعی تعداد ۲۵۰ ہے۔ ~~۲۰×۲۶~~ متوسط تقطیع ۔ قیمت -/۲۵